آخری چارہ

جمیل عثمان

سیٹھ مقصود کی کوٹھی گلی اور مین روڈ کے کونے پر واقع تھی - گلی سے نکل کر دائیں جانب ایک فرلانگ پر بس اسٹاپ تھا - گلی کی نکڑ پر اس کوٹھی کی دیوار کے سائے میں لیٹا ہوا بوڑھا تھر تھر کانپ رہا تھا - معلوم نہیں اس کی یہ کپکپاہٹ سردی کی وجہ سے تھی یا لقوے کا اثر تھا - اس کا ایک ہاتھ مستقل ہلتا رہتا تھا - ٹانگیں بیکار ہو چکی تھیں – آنکھوں سے برائے نام ہی نظر آتا تھا - منہ سے بہنے والی رال نے پوری داڑھی بھگو دی تھی - تھوک اور بلغم داڑھی پر گر کر سوکھ گئے تھے - اور اس کی داڑھی کے بال آپس میں جڑ گئے تھے - اس کا منہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا تھا اور رال مستقل بہتی رہتی تھی - ہاتھ پیر کے ناخن بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ان میں کالی کالی میل جمی ہوی تھی – ناخن ہی کیا اس کا پورا جسم میل سے ڈھک چکا تھا - حالانکہ اس کا رنگ کبھی صاف رہا ہو گا مگر میل جمنے کی وجہ سے اس کی کھال چتکبری لگتی تھی - بال بڑھ کر کاندھوں تک آ گئے تھے اور جٹوں کی شکل اختیار کر لی تھی – منہ میں دانت ایک بھی نہیں تھا - ایک آنکھ بالکل ضایع ہو گئی تھی اور دوسری کی پتلی سیاہ کی بجائے ملگجی سی تھی -

بوڑھے کے قریب ہی ایک لحاف پڑا ہوا تھا - میلا ، چیکٹ ! جاڑے کے شروع میں کسی خدا ترس انسان نے نیا لحاف بوڑھے کے جسم پر ڈال دیا تھا - مگر دو مہینوں کے اندر اندر وہ بالکل میلا ہو گیا تھا - سردی ، گرمی ، بارش اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے اس کے سر پر خیمہ سا بنا دیا گیا تھا - کوٹھی والوں سے اجازت لے کر دیوار میں دو سوراخ کئے گئے تھے - دو بانسوں کے ایک ایک سرے ان سوراخوں میں ڈالے گئے تھے اور دوسرے سروں کو فٹ پاتھ میں گاڑے گئے دو اور بانسوں پرٹکا کر انہیں رسی سے مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا - چھت بنانے کے لئے گتے کے بڑے بڑے کارٹنز ، پلاسٹک کی شیٹیں اور پھٹی پرانی چادریں استعمال کی گئی تھیں جس سے ایک کینوپی سی بن گئی تھی - یہی اس کا گھر تھا -

----

شدید سردی کی رات تھی اور اس وقت گیارہ بج رہے تھے - سڑک پر سناٹا طاری تھا - لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے آرام سے ہوں گے - مگر ایک بیس بائیس سال کا لڑکا اس وقت بس میں بیٹھا ہوا تھا - ٹریفک زیادہ نہیں تھی اس لئے بس کا ڈرائیور تیز رفتاری میں اپنی مہارت دکھا رہا تھا - جس سیٹ پر وہ بیٹھا تھا اس کے برابر والی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا – اس نے سوچا کہ سیٹ بدل لے مگر کوئی دوسری سیٹ خالی نہیں تھی - سرد ہوا اس کے لاغر جسم کو کاٹ رہی تھی – کتھئی رنگ کی میلی سی اونی چادر اس نے اپنے گرد لپیٹنے کی کوشش کی مگر ہوا بار بار اسے اڑائے دے رہی تھی – اس کے جسم پر ایک قمیص اور ایک بغیر

آستینوں والا سویٹر تھا - اس کی گود میں ایک پوٹلی تھی جسے وہ دونوں ہاتھوں سے اس طرح دبائے بیٹھا تھا جیسے موقع ملتے ہی وہ پوٹلی پھدک کر بھاگ کھڑی ہو گی -

سیٹھ مقصود کی کوٹھی کے قریب والی بس اسٹاپ پر بس رکی تو وہ کود کر نیچے اترا - لیکن اس کے اترتے اترتے ڈرائیور نے رفتار تیز کر دی - اس کا پیر رپٹ گیا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ رہا - ناک زمین سے ٹکرائی تھی مگر وہ تو پہلے ہی سردی سے سن ہو چکی تھی - اس لئے اسے چوٹ کا احساس نہیں ہوا - کپڑے جھاڑتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا -

"حرامزادے کہیں کے! بڑی جلدی لگی ہوئی ہے - ویسے تو ہر اسٹاپ پر ایک ایک گھنٹہ رکیں گے اور ابھی مسافر نہیں ہیں تو یوں بھاگ رہا ہے جیسے کسی نے پیچھے کتے چھوڑ دیے ہوں-" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا - بس اسٹاپ سے تقریباً ایک فرلانگ چل کر وہ بائیں ہاتھ کو مڑ گیا اور سیٹھ مقصود کی کوٹھی کی دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے بوڑھے کے پاس جاکر بیٹھ گیا -

بوڑھا اسی کا انتظار کر رہا تھا - اسے دیکھتے ہی وہ زور زور سے ہلنے لگا - اس کی بے نور آنکھوں میں جیسے چمک آ گئی - وہ تیزی سے منہ چلانے لگا اور منہ سے بہنے والی رال مکڑی کے جالے کی طرح اس کے ہونٹوں سے سینے تک لٹک گئی -

"کچھ پیسے ویسے بھی ملے ہیں دادا ؟"

بوڑھے نے زور زور سے سر ہلایا اور اپنے معذور ہاتھ سے تکیے کی طرف اشارہ کیا جو تکیہ کم اور سیاہ پتھر کی سل زیادہ معلوم ہو رہا تھا - لڑکے نے تکیہ اٹھایا - اس کے نیچے کچھ نوٹ اور ریزگاری تھی - وہ پیسے گننے لگا -

"بس صرف پچپن روپے؟" اس نے مایوسی سے کہا اور پیسوں کو جیب میں ڈالتا ہوا بولا "بھیک بھی تو نہیں ملتی تجھے-" پھر اس نے بوڑھے کا تہبند ہٹاتے ہوئے کہا ، "دیکھوں کیا کاروائی کی ہے تو نے؟" - جیسے ہی اس کی نظر اپنے دادا کی غلاظت پر پڑی اس نے کراہیت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا ، "اوں ہوں دادا ! یہ کیا کیا ہے تو نے ، اتنا سارا؟"

لڑکے نے قریب ہی پڑی ہوئی میلی سی بغیر ہینڈل کی پلاسٹک کی بالٹی اٹھائی اور اسے سیٹھ مقصود کی کوٹھی کی دیوار میں بنے ہوئے سبیل سے بھر لایا - اپنے منہ پر رومال باندھا اور ہسپتال سے لائے ہوئے لتوں ، پھٹے پرانے کپڑوں اور تولیوں سے اپنے دادا کی صفائی کی - اسے دوسرے کپڑے پہنائے اور دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا - پھر وہ دوبارہ پانی بھر کر لے آیا اور اپنے ہاتھ خوب اچھی طرح صابن سے دھوئے - پھر اس نے وہ پوٹلی کھولی جو اپنے ساتھ لایا تھا - اس میں ڈبل روٹی کے ٹکرے اور قیمہ تھا - اس نے ڈبل روٹی میں قیمہ لگا کر بوڑھے کے منہ میں رکھ دیا - وہ روزانہ اپنے دادا کے لئے یہی چیزیں لایا کرتا تھا ، دال ، ساگ ، سبزی یا قیمہ — بوڑھا اور کچھ نہیں کھا سکتا تھا - کبھی کبھی وہ ہسپتال سے کسی مریض کا چھوڑا ہوا دودھ بھی لے آتا —

خاموشی سے نوالے بنا بنا کر وہ بوڑھے کو کھلاتا رہا - یہاں تک کہ کھانا ختم ہو گیا - پھر وہ اٹھا اور المونیم کے ایک پچکے ہوئے گلاس میں سیٹھ مقصود کی کوٹھی کی سبیل سے پانی بھر لایا اور بوڑھے کو پلایا - اس کے بعد پلاسٹک کے ایک کین میں پانی بھر کر بوڑھے کے پاس رکھ دیا - چونکہ بوڑھے کے میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ کین سے پانی گلاس پی سکتا اس لئے اس نے کین میں ایک پتلا سا ربر کا پائپ ڈال دیا تھا جو ڈرنکنگ اسٹرا کا کام کرتا تھا -
"پیاس لگے تو پی لینا" - اس نے بوڑھے سے کہا - بوڑھے نے سر ہلا دیا —

تھوڑی دیر تک وہ خاموش بیٹھا بوڑھے کو ایک ٹک دیکھتا رہا - پھر اچانک بولا :

"دادا تو مر کیوں نہیں جاتا ؟"
بوڑھے کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں - شاید وہ اس کی بے بسی تھی یا احتجاج -

"میں صحیح کہ رہا ہوں دادا - دیکھ نا ، تیری وجہ سے مجھے اس شہر میں سر مارنا پڑ رہا ہے - اگر تو مر جائے تو میں کہیں اور جا کر قسمت آزماؤں - کتنے لوگ دوبئی اور سعودی عرب جا کر مزدوری کر رہے ہیں - میں بھی چلا جاتا لیکن تیری وجہ سے میں کہیں نہیں جا سکتا - کہیں بھی نہیں !" اس نے زور سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا —

بوڑھے کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو آ گئے - اگر وہ اپنے پوتے کی خواہش پر مرنا بھی چاہتا تو مر نہیں سکتا تھا — اس میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ وہ زور سے کسی پتھر پر اپنا سر دے مارے یا قریب ہی پڑا ہوا سریے کا ٹکڑا اپنے سینے میں گھونپ لے - زندگی سے محبت کرنے والا انسان کبھی کبھی موت کی آرزو کرتا ہے مگر ایسے میں اگر موت بھی نہ آئے تو اس کی بے بسی دیکھی نہیں جاتی- بوڑھے کی بے بسی بھی اس کے پوتے سے دیکھی نہیں جاتی تھی — وہ ہر بار جب اس سے جدا ہوتا تو یہی دعا کرتا کہ اب کے جب آئے تو اپنے دادا کو مرا ہوا پائے - اگر وہ چاہتا تو ہفتے یا مہینے بھر کے لئے غائب ہو جاتا - اس عرصے میں بوڑھا یقیناً بھوک سے تڑپ کے مر جاتا - مگر اتنی سفاکی اس سے نہیں ہو سکتی تھی -

بوڑھے کے پاس سے اٹھ کر وہ واپس بس اسٹاپ پر آیا - بس آئی تو وہ ہسپتال جانے کے لئے اس میں سوار ہو گیا — بس میں بیٹھا وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے - کیا یونہی وہ ہسپتال کی سیڑھیوں پر اپنا خون فروخت کرتا رہے گا اور ہر شام اپنے دادا کے لئے کھانا لے کر جایا کرے گا؟ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنے دادا کو ہی دیکھا تھا - جب وہ ٹھیک تھا تو محنت مزدوری کر کے اپنا اور اس کا پیٹ پالتا تھا - اس کے ماں باپ کے بارے میں اس کے دادا نے بس اتنا ہی بتایا تھا کہ دونوں بہت پہلے مر گئے تھے - جب وہ بہت چھوٹا تھا - بوڑھے کی اور کوئی اولاد نہیں تھی ، نہ ہی کوئی بھائی یا بہن - بس وہ تھا اور اس کا پوتا جسے وہ بڑی مشکلوں سے پال رہا تھا - مگر ایک رات اس پر فالج کا حملہ ہوا - اور اب تین سال سے اس کا پوتا اسے پال رہا تھا -

"یا اللہ میرے دادا کو اس اذیت سے نجات دے دے - اسے اپنے پاس بلا لے -" اس نے بس میں بیٹھے بیٹھے دعا کی -

----

سیٹھ مقصود بہت پریشان تھا ۔آج کا دن اس کے لئے بہت منحوس ثابت ہوا تھا ۔ کوسٹ گارڈز نے اس کی لانچ پکڑ لی تھی اور سارا اسمگل شدہ مال ضبط کر لیا تھا ۔ اس کے چار آدمی پکڑے گئے تھے جن میں سے ایک نے پولیس تشدد سے تنگ آ کر اس فیکٹری کا پتہ بتا دیا تھا جہاں مال جاتا تھا ۔ یوں پولیس مقصود سنز انڈسٹریز تک پہنچی تھی ۔ بہت سارا اسمگل شدہ مال برامد ہوا تھا ۔ مستزاد یہ کہ پولیس کے شکاری کتوں نے منشیات کے اس ذخیرے کی بو سونگھ لی تھی جو تہ خانے میں چھپایا گیا تھا ۔ بہت بڑی مقدار میں چرس برامد ہوا ۔ فیکٹری کو سر بہ مہر کر دیا گیا ۔

سیٹھ مقصود کا شمار شہر کے رئیس ترین آدمیوں میں ہوتا تھا ۔ سوسائٹی میں اس کی بڑی عزت تھی ۔ اس نے کئی رفاہی ادارے قائم کر رکھے تھے ۔ سماجی تنظیموں اور کار خیر کرنے والے اداروں کو وہ دل کھول کر چندہ دیا کرتا تھا ۔ شہر کی ثقافتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتا تھا ۔ مگر آج یہ کیا ہو گیا تھا ۔ قدرت نے رسی اس قدر اچانک تنگ کی تھی کہ اسے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا ۔ اگر پہلے سے اسے ذرا بھی علم ہوتا تو وہ پولیس افسروں کو خریدنے کی کوشش کرتا ، اپنی دولت اور اثر و رسوخ کا استعمال کرتا ۔ مگر ہوا یہ تھا کہ رات کے پچھلے پہرلانچ پکڑی گئی اورعلی الصبح فیکٹری پر چھاپہ پڑا ۔ سیٹھ حسب معمول صبح نو بجے سو کر اٹھا اور لباس تبدیل کرنے اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد دس بجے کے قریب فیکٹری کی طرف روانہ ہوا ۔ راستے ہی میں اسے فون آیا کہ فیکٹری سیل کر دی گئی ہے ۔ سیٹھ مقصود نے ڈرائیور کو فوری طور پر گاڑی واپس موڑنے کو کہا ۔

وہ گھر واپس آیا اور سارا دن سرکاری افسروں اور پولیس کے ان اہلکاروں کو فون کرتا رہا جنھیں وہ خوش کیا کرتا تھا ۔ مگر اتفاق سے کوئی بھی نہیں ملا ۔ اس کی پہنچ اوپر تک تھی ۔ اس نے وزیر کو فون کیا ۔ وزیر نے کہا ، "بس آج کی رات آپ کسی طرح پولیس سے بچ جائیے ۔ کل صبح پہلی فلائٹ سے آپ کو ملک سے باہر بھجوا دوں گا۔"

"مگر ابھی کیوں نہیں ؟"

"ابھی کچھ مجبوریاں ہیں ۔ مجھے اپنی ساکھ بھی بچانی ہے۔"

سیٹھ مقصود اکیلا رہتا تھا ۔ بیوی سے علحیدگی ہو چکی تھی اور بچے اپنے اپنے گھروں میں تھے ۔ اس کے وفادار ملازم اس کے گرد کھڑے تھے اور پر تشویش نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے ۔

"صاب جی ، پولیس کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتی ہے ۔"

"ہاں ، مجھے صرف آج کی رات پولیس سے بچنا ہے ۔"

"کیا آپ کہیں اور نہیں جا سکتے؟ کسی دوست یا عزیز کے گھر؟"

"نہیں ، کوئی مجھے پناہ نہیں دے گا ۔" خبر پورے شہر میں عام ہو چکی ہے ۔"

''مجھے یہیں کہیں چھپنے کا بندوبست کرنا پڑے گا -''

سب لوگ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گئے - اچانک ایک ملازم کی آنکھیں چمک اٹھیں -

''سیٹھ جی ، ایک ترکیب آئ ہے !''

''کیا؟''

''بنگلے کے سائیڈ میں دیوار کے ساتھ جو فقیر پڑا رہتا ہے نا ... ؟''

''ہاں ، ہاں؟'' سیٹھ نے بے تابی سے پوچھا –

''اگر آپ اس کی جگہ لے لیں تو کیسا رہے گا؟''

سیٹھ کچھ دیر تک سوچتا رہا –

''مگر اس کا کیا کرو گے ؟''

''صاب اسے اٹھا کر کسی نوکر کے کوارٹر میں ڈال دیں گے -''

''اور اگر پولیس نے اسے دیکھ لیا تو؟ ظاہر ہے وہ سرونٹ کوارٹرز کی بھی تلاشی لے گی؟''

''تو کیا ؟ پولیس اسے تھوڑی پہچانتی ہے - میں کہ دونگا وہ میرا بیمار باپ ہے - ہم اسے خوب اچھی طرح اڑھا کر سلا دینگے - وہ نہ تو بول سکتا ہے نہ چل سکتا ہے – وہ پولیس کو کچھ نہیں بتا سکے گا -''

''ہوں'' سیٹھ نے سوچتے ہوئے کہا ، ''تجویز تو معقول ہے -''

''سیٹھ جی ، اس جگہ آپ محفوظ رہیں گے - پولیس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ آپ وہاں رہ سکتے ہیں !''

نوکر نے گرم جوش لہجے میں کہا - ''سردی کے تو دن ہیں سر ، آپ لحاف سر سے اوپر تان کر دبک رہیے گا -''

''مگر سیٹھ جی ...'' دوسرے ملازم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ، ''اس کا بستر اور لحاف اتنے غلیظ ہیں کہ پاس سے
گزرو تو بدبو آتی ہے -آپ رہ سکیں گے اس میں؟''

''جان بچانے کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے گا - اور پھر اس کا تکیہ اور لحاف ہٹا کر میرا کوئی پرانا مگر صاف تکیہ اور لحاف رکھ دینا - کوئی اس کینوپی کے اندر تھوڑی جھانکے گا !'' سیٹھ نے کہا - پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا ، ''بنگلے کے سائیڈ والے دروازے سے فقیر کتنی دوری پر ہے ؟''

''بس چار قدم سیٹھ جی -''

''ٹھیک ہے ، اسے اٹھا کر لے آؤ - مگر احتیاط رکھنا کوئی دیکھے نہیں -''

''کوئی نہیں دیکھے گا صاب جی - گلی میں اندھیرا ہے - بجلی کے کھمبے کا بلب بھی ٹوٹا ہوا ہے -''

''پھر جلدی کرو-'' سیٹھ نے کہا - اسی وقت فون کی گھنٹی بجی - دوسری طرف سے کسی نے بتایا کہ پولیس اس کے بنگلے کی تلاشی لینے کے لئے روانہ ہو چکی ہے –
''جلدی ، جلدی ، پولیس آنے ہی والی ہے -'' سیٹھ مقصود نے بے تابی سے کہا -

دس منٹ کے اندر اندر اپاہج بوڑھا ایک سرونٹ کوارٹر میں پہنچایا دیا گیا - اسے اچھی طرح ڈھک دیا گیا - سیٹھ مقصود نے اپنا ایک بہت پرانا مٹیالے رنگ کا سلیپنگ سوٹ پہنا اور اپنی ابکائیوں کو روکتا ہوا بوڑھے کے بستر میں داخل ہو گیا - اسے ایک صاف تکیہ اور لحاف دے دیا گیا جسے اس نے اپنے سر تک اوڑھ لیا - نوکروں نے پلاسٹک کی شیٹ اور چادریں کینوپی کے منہ پر نیچے تک لٹکا دیں تاکہ اندر نظر نہ آسکے -

رات کے گیارہ بجے کے قریب پولیس کی گاڑیاں بنگلے کے سامنے مین روڈ پر آ کر رکیں اور پولیس والے تلاشی لینے کے لئے اندر داخل ہو گئے - تمام نوکر پولیس والوں کے ساتھ مصروف ہو گئے -

اسی وقت بس اسٹاپ پر ایک بس آ کر رکی -

لڑکا بس سے اتر کر سیدھا بوڑھے کی کینوپی کی طرف لپکا - گلی میں گھپ اندھیرا تھا - گلی کی نکڑ پر ایک پولیس والا کھڑا تھا جس نے اسے بس سے اترتے دیکھا تھا ، مگر اس نے لڑکے کو کوئی راہگیر سمجھ کر جانے دیا - لڑکا بوڑھے کے بستر کے پاس آ کر بیٹھ گیا مگر بار بار مڑ کر گلی کی نکڑ کی طرف دیکھتا جا رہا تھا - اس نے ایک شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھولتا بولا ، ''دادا ، اٹھ ، دیکھ میں تیرے لئے دوائی لایا ہوں - اس سے تو بالکل ٹھیک
ہو جائے گا -''

سیٹھ مقصود نے اپنا منہ لحاف میں چھپا لیا تھا مگر پھر یہ سوچ کر کہ کہیں لڑکا اندر نہ جھانک لے اور اپنے دادا کو نہ پاکر شور نہ مچا دے ، اس نے لحاف سے اپنا منہ باہر نکال لیا - لڑکے کی نظریں گلی کے موڑ پر تھیں کہ کہیں پولیس والا ادھر نہ آ جائے - ادھر ہی نظر کئے کئے اس نے اپنا ہاتھ کینوپی کے اندر ڈالا - "دادا یہ دوائی پی لے" یہ کہتا ہوا اس نے زہر کی پوری شیشی ، جو آج ہی اس نے ہسپتال سے چرائی تھی ، سیٹھ مقصود کے منہ میں خالی کر دی اور جلدی سے اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گلی کی دوسری طرف اندھیرے میں گم ہو گیا -